یہ کیسا بگاڑ ہے!

شمس پیرزادہؒ

اِدارہ دَعوۃُ القُرآن

۵۹، محمد علی روڈ۔ممبئی ۴۰۰۰۰۳

Phone: 23465005

ساتواں ایڈیشن ۱۰۰۰ دسمبر ۲۰۱۶ء قیمت: Rs. 12/=

بسمہٖ تعالیٰ

عرض ناشر

اللہ تبارک وتعالیٰ نے امت مسلمہ کو" خیر امت" کے لقب سے نواز کر دنیا کے بگاڑ کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا تھا،لیکن خود مسلمانوں میں اس قدر بگاڑ پیدا ہو گیا ہے کہ الامان والحفیظ!

زیر نظر کتابچہ" یہ کیسا بگاڑ ہے" میں مولانا شمس پیرزادہؒ نے چند موٹے موٹے بگاڑ کی طرف نشاندہی کی ہے۔سب سے بڑا بگاڑ عقیدہ کا بگاڑ ہے جس کے بارے میں مرحوم نے" یہ کیسی دینداری ہے" نامی کتابچہ میں تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

جب عقیدہ میں بگاڑ آتا ہے تو اس سے اتنے سوتے پھوٹ پڑتے ہیں کہ ان پر بندھ باندھنا ناممکن ہی نہیں محال بن جاتا ہے۔ یہ بگاڑ عام مسلمانوں سے بڑھ کر علماء تک پہنچ گیا ہے۔ چونکہ علماء کا یہ طبقہ اس کو ثواب کے طور پر عوام کے سامنے پیش کرتا ہے اس لئے عوام بے چارے اس بگاڑ کی طرف بک ٹٹ دوڑ پڑتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان علماء کو دین کی صحیح تعلیمات پیش کرنے کی توفیق عطا کرے اور ان کے متبعین کے حال پر رحم فرمائے۔کاش عام مسلمان قرآن وحدیث کی طرف رجوع ہو جائیں۔

ان کے لئے مولانا مرحوم کی عام فہم تفسیر" دعوۃ القرآن" جو تین جلدوں پر مشتمل ہے اور پانچ زبانوں اردو، مراٹھی، گجراتی، ہندی اور انگریزی میں چھپ رہی ہے، مفید ہو سکتی ہے۔اس کے علاوہ حدیثوں کا مجموعہ" تنویر الحدیث" بھی کار آمد ہو سکتا ہے۔

کتابچہ" یہ کیسا بگاڑ ہے"؟ اردو، اور انگریزی میں بھی شائع ہوا ہے۔قارئین سے گذارش ہے کہ ان کتابوں کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے میں ہماری مدد فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرے اور ہم کو اس بگاڑ سے خود بچنے اور دوسروں کو بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد صدیق قریشی
سکریٹری
ادارہ دعوۃ القرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

نبی ﷺ کی رہنمائی میں جو معاشرہ تشکیل پایا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے خیر امت کے لقب سے نوازا اور اس کا وصف یہ بیان کیا کہ وہ بھلائی کا حکم دیتی ہے، برائی سے روکتی ہے اور اللہ پر ایمان رکھتی ہے۔ (آل عمران۔۱۱۰)

مگر موجودہ دور کے مسلمانوں میں ایک قلیل گروہ ہی ایسا ہے جس میں یہ وصف پایا جاتا ہے ورنہ عام مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ ایمان کے دعویدار ہونے کے باوجود فسق و فجور میں غرق ہیں اور برائیوں کو پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں اس لئے وہ خیر امت نہیں بلکہ شر اُمت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں بڑے پیمانہ پر بگاڑ پیدا ہو گیا ہے اور فساد نے ایک طوفان کی شکل اختیار کر لی ہے۔ ایک طرف اللہ اور آخرت پر ایمان کا دعویٰ اور دوسری طرف بدترین اعمال کا مظاہرہ ان کے عقیدہ کی خرابی کی عکاسی کرتا ہے۔ اگر انہیں اس بات پر یقین ہوتا کہ **لیس للانسان الا ما سعی** (انسان کے لئے وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔ سورہ نجم۔۳۹) اور یہ کہ قیامت کے دن ہر شخص کو اپنے کئے کا بدلہ پانا ہے اور یہ کہ جس نے بھی بُرائی کمائی اور اس کے گناہوں نے اس کو گھیرے میں لے لیا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (سورۂ بقرہ۔۸۱) تو برائی پر وہ یہ جسارت نہ دکھاتے۔ ان کے جزا و سزا کے عقیدہ کو تعطل میں ڈالنے والی چیز ان کا شفاعت کے بارے میں باطل عقیدہ ہے جس کی قرآن نے پرزور تردید کی ہے اور ان کا اپنے بزرگوں اور پیروں کے بارے میں یہ باطل تصور ہے کہ جب انہوں نے ان کا دامن تھام لیا ہے اور ان کی وہ نذر و نیاز کرتے ہیں تو وہ قیامت کے دن ان کو جہنم کی سزا سے بچائیں گے۔

مسلمانوں میں جو لوگ دیندار ہیں وہ بالعموم دوسروں کی اصلاح کی طرف سے بے پرواہ ہیں اور ایک گروہ ایسا بھی ہے۔ جو فضائل اعمال تو بہ کثرت بیان کرتا ہے مگر نہی عن المنکر (برائیوں سے روکنے

کا جو فریضہ قرآن نے عائد کیا ہے اس کی طرف سے غافل ہے۔ برائیوں کا جو سیلاب اُمڈ چلا آرہا ہے اس کے خلاف آواز اٹھانا اس کے پروگرام میں شامل نہیں ہے۔ دراصل برائیوں پر گرفت کرنے اور منکر کے خلاف آواز اٹھانے کے لئے حوصلہ کی ضرورت ہے ۔ اگر حوصلہ نہ ہو تو آدمی یہ کام نہیں کرسکتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں حق گوئی کی ہدایت کی ہے وہاں صبر کا دامن تھام لینے کی بھی ہدایت کی ہے۔ کاش کہ ان لوگوں کو اس بات کا احساس ہوتا کہ وہ نہی عن المنکر کی ذمہ داری سے کترا کر کیسے عظیم جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ قرآن نے یہود کے عام بگاڑ پر سخت گرفت کرتے ہوئے کہا تھا!

لَوْ لَا یَنْھٰھُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِھِمُ الْاِثْمَ وَاَکْلِھِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ۔ (مائدہ۔۶۳)

’’ان کے علماء اور فقہاء ان کو گناہ کی بات کرنے اور حرام کھانے سے روکتے کیوں نہیں؟ بہت بری حرکت ہے جو یہ کر رہے ہیں۔‘‘

یہ پمفلٹ اسی احساس کو بیدار کرنے کے لئے لکھا گیا ہے۔ اس میں بگاڑ کی اُبھرتی ہوئی شکلوں کا مختصراً جائزہ پیش کرتے ہوئے ان لوگوں کو جھنجھوڑنے کی کوشش کی گئی ہے جو بگاڑ میں مبتلا ہیں۔ ان کے سامنے قرآن کے احکام پیش کر کے ان کی خلاف ورزی کرنے والوں کے اُخروی انجام کو پیش کیا گیا ہے تاکہ جن کے ضمیر مُردہ نہیں ہوئے ہیں وہ اصلاح قبول کر لیں۔

خدا کرے یہ پمفلٹ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچے اور ان کی اصلاح کا ذریعہ بن جائے۔

شمس پیرزادہؒ
۱۴؍شوال ۱۴۱۷ھ
۲۲؍فروری ۱۹۹۷ء
ادارہ دعوۃ القرآن
۵۹؍محمد علی روڈ۔ ممبئی ۴۰۰۰۰۳

تمهید

یہ بہت بڑاالمیہ ہے کہ قرآن وسنت نے مسلم معاشرے کی تعمیر کیلئے جوخطوط متعین کئے تھے ان سے مسلمانوں نے انحراف کی راہ اختیار کرلی ہے۔اور انحراف بھی ایسا کہ نہ انہیں اخلاقی قدروں کی پامالی کا احساس ہے اور نہ اس بات کا احساس کہ وہ بناؤ کے بجائے بگاڑ کا اور خیر کے بجائے شر کا کام انجام دے رہے ہیں۔

وائے ناکامی کہ متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اور اس پر طرفہ تماشہ یہ کہ جولوگ ان کو اصلاح کی طرف بلاتے ہیں۔اور اصلاح کی طرف بلانے والے بہت کم ہیں۔تو ان کی باتوں پر وہ کان دھرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔یہ سنگدلی ہے جو کسی معاشرہ میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ فسق وفجور میں بری طرح مبتلا ہوجاتا ہے اور اسی ڈگر پر چلنا چاہتی ہے۔ایسے بگڑے ہوئے معاشرہ میں اللہ کی توفیق سے جوگنے چنے افراد اصلاح کیلئے اٹھتے ہیں ان کے سامنے یہ مسئلہ ہوتا ہے کہ وہ اصلاح کی باتیں کس کو سنائیں اور کیسے سنائیں۔اس مشکل کے باوجود اللہ کا شکر ہے کہ اصلاح کے دروازے بالکل بند نہیں ہیں۔تجربات شاہد ہیں کہ خلوص اور ہمدردی کے ساتھ جہاں اصلاح کی کوشش کی گئی وہاں اس کے خوشگوار اثرات مرتب ہوئے اور کتنے ہی بندگان خدا کو اصلاح کی توفیق ہوئی۔

اس صورت حال کے پیش نظر ان برائیوں پر گفتگو ضروری معلوم ہوتی ہے جو موجودہ تمدن اور خاص طور سے ذرائع ابلاغ کی پیدا کردہ ہیں اور جنھوں نے سوسائٹی کو بُری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔

ٹی۔وی : موجودہ دور میں ٹیلیویژن کی ایجاد نے ہر گھر کو سنیما گھر بنادیا ہے۔اس پر فحش گانے بھی نشر ہوتے ہیں اور بے حیائی کے مناظر بھی دکھائے جاتے ہیں۔خوبصورت عورتوں کو منظر عام پر لاکر دعوت نظارہ دی جاتی ہے۔اشتہار کے نام پر بے ہودگی کا بری طرح مظاہرہ کیا جاتا ہے۔عریانیت ایسی کہ شرم کے مارے آدمی پانی پانی ہوجائے سیریل ایسے کہ عشق کی داستانوں اور تشدد کے واقعات سے اخلاقی حِس مُردہ ہوجائے۔خبریں ایسی کہ بت پرستانہ اور مشرکانہ رسوم ذہنوں کو متاثر کردیں۔فلمیں ایسی کہ جرم پر انسان کو آمادہ کرے اور وہ تشدد کا فن سیکھ لے۔غرض کہ اخلاق سوز اور مجرمانہ ذہنیت پیدا کرنے والی نیز عقیدہ کو بگاڑنے والی چیزیں پیش کرکے بہت بڑے پیمانے پر بگاڑ کا سامان کیا جارہا ہے اور ٹی وی کانوں اور آنکھوں دونوں کی لذت کا سامان ہے اس لئے لوگ اس کے دلدادہ ہیں اور شوق کا عالم یہ ہے کہ گھر میں بیوی سے پہلے ٹی وی آجاتا ہے یہاں تک کہ جھونپڑوں میں رہنے والے بھی اس سے محروم نہیں رہتے۔

ان تمام خرابیوں کے باوجود یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ٹیلیویژن بُری ایجاد ہے اور اصلاً ناجائز ہے۔نہیں بلکہ اس کی افادیت بھی بڑی ہے۔یہ خبروں کو واقعاتی مناظر کے ساتھ پیش کرتا ہے جس کے ذریعہ آدمی نہ صرف دنیا کے حالات سے باخبر ہوتا ہے بلکہ بہت سے واقعات کا مشاہدہ بھی کرتا ہے جو موجودہ دور کی اُبھرتی ہوئی ضرورت ہے۔اس پر دینی پروگرام بھی پیش کئے جاتے ہیں اور حج کا مشاہدہ بھی کرایا جاتا ہے۔بعض مرتبہ ایسے ڈرامے بھی پیش کئے جاتے ہیں جن سے سماجی سدھار میں مدد ملے۔طبّی، سائنسی، فلکیاتی اور ٹیکنیکل معلومات مصور کرکے پیش کی جاتی ہیں۔زلزلہ، طوفان اور سیلاب نیز فسادات کی تباہ کاریوں کو اس طرح دکھایا جاتا ہے کہ گویا دیکھنے والے ان مقامات پر موجود ہیں اور عینی مشاہدہ کررہے ہیں۔ان باتوں کے علاوہ ایک اہم بات یہ ہے کہ جنگ کے موقع پر لڑائی کے مناظر پیش کئے جاتے ہیں جن کی افادیت اور جن کا ناگزیر ہونا بالکل واضح ہے۔چند سال قبل عراق اور خلیجی ممالک کے درمیان جو جنگ ہوئی تھی اسمیں استعمال ہونے والے اسلحہ اور فوجی کارروائی کو جس طرح دکھایا گیا تھا وہ عوام کی معلومات کیلئے ضروری تھا اور لڑنے والے فوجیوں کی ایک جنگی ضرورت بھی تھی۔عراق کے اسکڈ میزائیل جس طرح اسرائیل اور ریاض وغیرہ پر برستے رہے اور پٹیر یاٹ جس طرح میزائیلوں کو فضا ہی میں ناکام بناتا رہا ان کے مشاہدہ کا کون ہے جو خواہاں نہ تھا اور فوج کیلئے تو جنگی مصالح کے پیش نظر اور بھی ضروری

تھا۔ یہ جنگی ضرورتیں ایسی ہیں جو جہاد کے لئے بھی نہایت اہمیت رکھتی ہیں۔ پھر ٹی وی کے اس افادی پہلو اوراس کے ناگزیر ہونے سے کون انکار کرسکتا ہے؟

رہا شرعی نقطہ سے جائز یا ناجائز ہونے کا مسئلہ تو ٹیلیویژن کے اصلاً ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ اس کا استعمال ہے جس پر جائز یا ناجائز ہونے کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔ ٹی وی کو ہاتھ سے بنائی جانے والی تصویروں پر قیاس کر کے حرام نہیں قرار دیا جاسکتا کیونکہ ٹی وی کی ایجاد اس قانون طبعی کی دریافت کا نتیجہ ہے کہ فضا میں ہمارا اور ہر چیز کا عکس منتقل ہوتا ہے۔ اس عکس کو جدید ٹیکنولوجی نے گرفت میں لینے کا طریقہ دریافت کرلیا ہے جس کے ذریعہ ٹیلیویژن پر یہ عکس منتقل ہوتا ہے۔ یہ دریافت ایسی ہی ہے جیسی آواز سے ہوا میں لہریں پیدا ہونے کی دریافت جس کے نتیجہ میں ریڈیو وجود میں آیا۔ اور عکس تو انسان کا ہر جگہ پڑتا ہے اور پانی میں بھی دکھائی دیتا ہے۔ اس کے علاوہ آئینہ تو قدیم زمانہ کی ایجاد ہے جس میں دیکھنے والے کا عکس نمایاں ہوتا ہے لیکن شریعت نے اسے ناجائز نہیں قرار دیا۔ کہا جاسکتا ہے کہ آئینہ میں عکس عارضی ہوتا ہے جب کہ فلم پر مستقل۔ لیکن اول تو ٹیلیویژن پر جو تصویریں بنتی ہیں وہ ٹی وی دیکھنے والوں کی حدتک تو عارضی ہی ہوتی ہیں نہ کہ مستقل۔ دوسرے یہ کہ شریعت نے عارضی اور مستقل کی کوئی حد بندی نہیں کی ہے۔ اگر آئینہ میں دکھائی دینے والی تصویر کو شریعت نے جائز رکھا تو اس لئے نہیں کہ وہ عارضی ہے بلکہ اس لئے کہ وہ قانون طبعی کے تحت ایک عکس ہے جو کانچ کو پارہ لگائے جانے کی وجہ سے تصویر کی شکل میں نمایاں ہورہا ہے اور چونکہ یہ ایک ضرورت کی چیز ہے اس لئے اس ایجاد کو ممنوع نہیں قرار دیا گیا۔ اب اگر سائنسی ترقی کے نتیجہ میں عکس فلم پر مرتسم ہوکر تصویر کی شکل میں ٹیلیویژن پر دکھائی دیتا ہے تو یہ آئینہ سے ترقی کر کے بنی ہوئی ایجاد ہے جو اصلاً مباح (جائز) ہے۔ اس بنا پر اس ایجاد کو شرعی حدود کا پابند ہونا اسی طرح ضروری ہے جس طرح ریڈیو سے نشر ہونے والی آواز کو، کہ اگر یہ آواز عورت کے گانے کی ہو تو اس کا نشر کرنا اور سننا حرام ہوگا ٹھیک اسی طرح ٹی وی پر پیش کئے جانے والے ناچ گانے اور دوسری ممنوعہ چیزیں نشر کرنا اور سننا حرام ہوگا۔ بالفاظ دیگر ٹی وی بجائے خود تو ایک مفید ایجاد ہے اور جائز چیز ہے لیکن اس کا استعمال اگر ایسی چیزیں پیش کرنے یا سننے اور دیکھنے کیلئے ہو جن کو سننا اور سنانا اور دیکھنا اور دکھانا شرعاً ممنوع ہے تو سنانے اور دکھانے والا بھی گنہگار ہوگا اور سننے اور دیکھنے والے بھی۔ کہا جاسکتا ہے کہ پھر تو ٹی وی پر کوئی بھی چیز دیکھی

نہیں جاسکتی کیونکہ ہر جگہ عورت کو نمایاں کیا جاتا ہے یہاں تک کہ خبریں نشر کرنے کیلئے بھی عورتیں ہی سامنے آتیں ہیں۔ تو واقعہ یہ ہے کہ جس طرح ہم اخبارات کا جن میں عورتوں کی عریاں اور نیم عریاں تصویریں شائع ہوتی ہیں نظریں بچا کر مطالعہ کرتے ہیں اسی طرح منکرات سے ہم نظریں بچا کر ٹی وی بھی دیکھ سکتے ہیں اور نشر کی جانے والی خبروں کے درمیان اگر بے ہودگی کا مظاہرہ ہو تو چند منٹ کیلئے ٹی وی بند کرسکتے ہیں اور اس مظاہرہ کے ختم ہونے پر پھر چلا سکتے ہیں۔ جو شخص اس احتیاط کے ساتھ ٹی وی استعمال کرسکتا ہے وہ استعمال کرے ورنہ اس سے اجتناب لازم ہے۔ اگر گھر والوں کے بارے میں اندیشہ ہو کہ وہ احتیاط نہیں برتیں گے اور اس کا غلط استعمال کریں گے تو پھر گھر میں ٹی وی رکھنا درست نہ ہوگا۔

ٹی وی کے بے قید استعمال سے گھر کا ماحول بہت خراب ہورہا ہے۔ خاص طور سے بچوں کے ذہن اور کردار پر اس کا بہت گہرا اثر پڑ رہا ہے۔ آج بچوں میں آپ جو غیر سنجیدگی دیکھ رہے ہیں وہ کیا اس بیہودگی کا اثر نہیں ہے جس کا مظاہرہ ٹی وی پر مختلف کمپنیوں کی طرف سے اشتہار کی صورت میں کیا جاتا ہے؟ کیا بے ڈھنگے پن سے بچے کوئی اچھا سبق سیکھ سکتے ہیں؟ کیا شہوت انگیز گانے بچوں کی زبان پر نہیں چڑھتے اور کیا نوجوانوں کو جنسی آوارگی کی راہ پر نہیں ڈالتے؟ کیا عورتوں کے رقص وسرور اور عریانیت کا تماشا اخلاقی بگاڑ کا سامان نہیں کررہا ہے؟ اتنے بڑے بگاڑ کو دیکھتے ہوئے کیا آپ ٹی وی کو اپنے گھر میں اسی طرح استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ جس طرح خدا اور آخرت کا انکار کرنے والے لوگ کررہے ہیں؟ پھر آپ میں اور ان لوگوں میں کیا فرق رہا؟ مؤمن تو ہر کام شرعی حدود میں رہ کر کرتا ہے جس میں دشواری ہوسکتی ہے لیکن اس بناء پر وہ عنداللہ اجر کا مستحق قرار پاتا ہے۔ یاد رکھئے کان، آنکھیں اور دل سب سے آخرت میں باز پرس ہوگی۔

اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْؤُلاً ۔

”کان، آنکھ، اور دل ان میں سے ہر ایک کے بارے میں باز پرس ہوگی۔“ (بنی اسرائیل آیت۔ ۳۶)

تو ٹی وی اور ریڈیو پر عورتوں کی آواز سے لذت حاصل کرنے والے کان قیامت کے دن اللہ کو کیا جواب دیں گے؟ فحش منظروں سے لذت دید حاصل کرنے والی آنکھیں کس طرح جوابدہی کریں گی اور دل جس میں جنسی ہیجان کے نتیجے میں بُرے خیالات پیدا ہوئے کیا عذرات پیش کریں گے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے اجنبی عورتوں اور اجنبی مردوں کے تعلق سے غضِ بصر (نظریں نیچی رکھنے) کا حکم نہیں دیا ہے پھر کیا

اجنبی عورتوں کو شہوت کی نگاہ سے دیکھنا اور عریانیت کے مظاہروں سے لذت حاصل کرنا آنکھوں کا اور دل کا زنا نہیں؟ اور کیا فحش گانوں میں کانوں کو مشغول رکھنا کانوں کا زنا نہیں ہے؟ اتنی بڑی بُرائیوں کا جس شخص کو احساس نہ ہو وہ ہرگز صالح زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ اگر وہ نماز پڑھتا ہے تو اسے سوچ لینا چاہئے کے نماز تو بے حیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے۔

جیسا کے قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ

''بے شک نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے''۔ (سورۃ عنکبوت آیت۔ ۴۰)

پھر کیا اس کی نماز بے روح نہیں ہے جو اسے بے حیائی اور منکر سے باز نہیں رکھتی؟

مختصر یہ کہ اگر ایک طرف ٹی وی زندگی کی ناگزیر ضرورت بن گیا ہے تو دوسری طرف وہ اخلاقی، عملی اور فکری تباہی کا سامان بھی کر رہا ہے لہٰذا اس سے استفادہ اسی صورت میں روا ہوگا جب کہ اس کے مفاسد سے بچنے کی تدابیر اختیار کی جائیں۔ جو شخص ٹی وی کا استعمال جائز حدود میں رہ کر نہیں کرسکتا اس کو چاہئیے کہ پھر وہ دوردرشن کو دور ہی سے سلام کرے۔

اسپورٹس : تمدنی ترقی نے کھیل کود کی بھی ''ترقی یافتہ'' شکلیں پیش کردی ہیں۔ کرکٹ میچ، فٹ بال، ہاکی، ٹینس، جمناسٹک، باکسنگ، اسکیٹنگ، ہارس ریس، سویمنگ ریس، مردوزن کی ریس اور کار ریس وغیرہ یہ کھیل وقتی تفریح کا سامان نہیں ہیں کہ ان کی رعایت ملحوظ رکھی جائے اور نہ یہ اخلاقی حدود کے پابند ہیں کہ ان کو مفید خیال کیا جائے بلکہ ان چیزوں نے لوگوں کو کھیل کود کا ایسا چسکا لگا دیا ہے کہ وہ ان کی زندگیوں کا مقصود بن گئے ہیں۔ ٹی وی ویڈیو اور اخبارات بڑے اہتمام کے ساتھ کھیل کے مقابلوں کی خبریں نشر کرتے ہیں۔ ان ذرائع ابلاغ کا بچوں اور نوجوانوں کے ذہنوں کو متاثر کرنے اور ان میں کھیل کود کا شوق پیدا کرکے غلط راہ پر ڈال دینے میں بہت بڑا حصّہ ہے۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تفریح طبع انسان کی فطرت کا تقاضا ہے اور اسلام نے بھی ایک حد تک اس کو جائز قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت یوسف کے بھائیوں نے حضرت یعقوب سے اجازت چاہی تھی کہ وہ یوسف کو ان کے ساتھ کھیل اور تفریح کے لئے بھیج دیں:

اَرۡسِلۡہُ مَعَنَا غَداً یَّرۡتَعۡ وَ یَلۡعَبۡ (سورۃ یوسف۔ ۱۲)

''کل اس کو آپ ہمارے ساتھ بھیجئے کہ کھائے پیئے اور کھیلے کودے۔''

اور حضرت یعقوب نے انہیں اس کی اجازت دیدی تھی۔

اسی طرح حضرت عائشہ کا کم سنی میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیلنا۔ چنانچہ ان کا بیان ہے کہ وہ نبی ﷺ کے گھر میں جب کہ ان کی رخصتی ہوچکی تھی اپنی سہیلیوں کے ساتھ گڑیوں سے کھیلا کرتی تھیں۔

کنت العب بالبنات عند النبی ﷺ (بخاری کتاب الادب)

''میں نبی ﷺ کے پاس گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی۔

اور جہاں تک ایسے کھیلوں کا تعلق ہے جو صحت کیلئے مفید ہوں مثلاً دوڑ یا جن سے اپنی مدافعت کیلئے ترتیب حاصل ہوتی ہو مثلاً تیراکی یا جو جہاد کی ٹریننگ کا ذریعہ ہوں مثلاً تیراندازی، گھوڑے سواری وغیرہ تو اسلام نے نہ صرف ان کو مباح قرار دیا ہے بلکہ ان کی ترغیب بھی دی ہے:

الا ان القوۃ الرمی ، الا ان القوۃ الرمی ، الا ان القوۃ الرمی۔

''سنو! قوت تیراندازی میں ہے، ''سنو! قوت تیراندازی میں ہے، ''سنو! قوت تیراندازی میں ہے۔''

یہ شوقیہ کھیل نہیں تھے بلکہ قوّت کی فراہمی کا ذریعہ تھے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے جہاد کے مقاصد کیلئے دیا ہے:

وَاَعِدُّوۡا لَہُمۡ مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّۃٍ ۔ (سورۃ انفال۔ ۶۰)

''اور جہاں تک ہوسکے ان کے (یعنی دشمنوں کے) مقابلہ کیلئے قوت فراہم کرو''

لیکن موجودہ متمدن دنیا کے اسپورٹس نہ اخلاقی حدود کے پابند ہیں اور نہ کسی صحیح مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں بلکہ محض وقت گذاری کا سامان اور ایک دوسرے پر فخر کرنے کا ذریعہ ہیں۔ کرکٹ ہی کو لیجئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کھلاڑیوں نے اس کو اپنا مقصد حیات بنالیا ہے۔ وہ سال بھر کھیلتے ہی رہتے ہیں اور بڑے پیمانے پر کرکٹ میچ کے مظاہرہ کرتے رہتے ہیں جن کیلئے دنیا کے مختلف ممالک میں اسٹیڈیم بنائے گئے ہیں۔ کروڑہا روپیہ ان کھیلوں پر خرچ کیا جاتا ہے اور اچھے کھلاڑی ثابت ہونے پر عوام نہ صرف ان کو داد دیتے ہیں بلکہ ان کی نگاہ میں وہ محبوب اور معزز بن جاتے ہیں۔ مسلم ممالک بھی اس میں پیش پیش ہیں اور بے تحاشا روپیہ ان کھیلوں پر برباد کرتے ہیں۔ جو کھلاڑی جیت جاتے ہیں ان کو بڑے بڑے انعامات سے

نوازا جاتا ہے گویا انہوں نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا۔ حالانکہ ایک مؤمن کیلئے سات مقدس رن (سعی) کی سعادت ہی کافی ہے۔ ٹی وی اور ریڈیو پر روزانہ کرکٹ کی خبریں نشر کی جاتی ہیں اور اخبارات میں ان خبروں کو نمایاں طور سے شائع کیا جاتا ہے۔ اس معاملے میں دینی پرچے بھی پیچھے نہیں ہیں اور وہ کبھی اس پر گرفت نہیں کرتے۔ اکثر روزناموں میں اس کے لئے کچھ صفحات وقف ہوتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ اب بچہ بچہ کھلاڑی بننا چاہتا ہے اور یہ شوق اس قدر بڑھ رہا ہے کہ راستوں پر بچے اور نوجوان بکثرت بیٹ بال کھیلتے نظر آتے ہیں جس سے راہ گیروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ مسجد میں جماعت کھڑی ہے مگر مسجد کے بالکل سامنے کھیل کے شائقین کھیلنے میں مشغول رہتے ہیں۔ کرکٹ میں ان کے اس انہماک کو دیکھتے ہوئے خیال ہوتا ہے کہ ان کی جب تدفین ہو تو ان کی نعش کے ساتھ بیٹ بال بھی رکھا جائے تاکہ وہ قبر میں بھی بیٹ بال کھیل سکیں اور عجب نہیں کہ جب منکر نکیر ان سے سوال کرنے کیلئے آجائیں تو وہ سمجھ لیں کہ یہ فرشتوں کی ٹیم ہے جو ہمارے ساتھ کرکٹ کھیلنے کیلئے آئی ہے۔

لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰہِ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ ۔

ایک طرف تماشا یہ ہے کہ مردوں کے ساتھ عورتیں بھی اسپورٹس میں شریک ہوتی ہیں اور برائے نام لباس پہن کر عریانیت کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ ان کی تیراکی کے شرمناک مظاہرے ٹی وی پر پیش کئے جاتے ہیں تاکہ حیاء کا احساس دیکھنے والوں میں مُردہ ہو کر رہ جائے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

کھیل کود میں مشغول رہنے والے لوگوں کو اس بات کا احساس نہیں کہ ان پر اللہ کا عذاب کسی وقت بھی آسکتا ہے:

اَوَ اَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰیٓ اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا ضُحًی وَّ ھُمْ یَلْعَبُوْنَ ۔ (سورۃ اعراف۔۹۸)

''یا بستیوں کے لوگ اس بات کی طرف سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ہمارا عذاب دن دھاڑے آنازل ہو جب کہ وہ کھیل رہے ہوں؟''

اس کی تازہ مثال کلّاری کا زلزلہ ہے جس نے مکانوں کو مکینوں سمیت تباہ کر دیا اور ایسی کتنی قدرتی آفتیں ہیں جو نازل ہوتی رہتی ہیں مگر جو لوگ فسق و فجور میں غرق ہیں ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں اور جس شخص کی موت اس حالت میں واقع ہو جائے کہ وہ کھیل تماشے میں مشغول تھا تو یہ بات اس کے لئے کس

قدر حسرت کی ہوگی!

وَ الْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلاَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۔ (سورۃ عصر)

''زمانہ کی قسم انسان گھاٹے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے اور ایک دوسرے کو حق کی ہدایت اور صبر کی تلقین کی۔''

وقت۔ تو برف کی طرح پگھلتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو جو مہلت عمر دی ہے وہ ہر لمحہ گھٹتی رہتی ہے۔ یہ مہلت عمر اسے اس لئے دی گئی ہے تاکہ وہ اپنے اندر وہ اوصاف پیدا کرے جن کی بناء پر وہ آخرت میں جنت کا مستحق بن جائے لیکن اگر اس نے وقت کی قدر نہیں پہچانی اور اس مہلت کو ضائع کر دیا تو آخرت میں اس کی ناکامی یقینی ہے اور جہنم کی سزا تو رونگٹے کھڑے کر دینے والی چیز ہے تو کیا زندگی کو کھیل تماشا بنانے والے لوگوں نے یہ سوچ رکھا ہے کہ وہ جہنم میں تفریح طبع کا سامان کریں گے؟

کھیل خواہ کسی قسم کا ہو۔۔۔۔۔سوائے ان کھیلوں کے جو کسی اہم مقصد کے حصول کا ذریعہ ہوں ۔۔۔۔۔وہ کھیل ہی میں مشغول رہنے کا رجحان پیدا کر دیتا ہے پھر جب انسان اس کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کے شوق میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور انہماک اسے ذکر الٰہی سے غافل کر دیتا ہے اور جب انسان ذکر الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے تو اس میں ذمہ داری کا احساس باقی نہیں رہتا جوئے اور سٹے کی طرف اس کا ذہن مائل ہو جاتا ہے کیونکہ مقابلہ اور ہار جیت کا معاملہ اُسے قمار بازی پر آمادہ کرتا ہے۔ قرآن نے جوئے کی قباحت جو ایک کھیل ہی تھا اس طرح بیان کی ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطَانُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَ عَنِ الصَّلٰوۃِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ ۔ (سورۃ مائدہ۔۹۱)

''شیطان تو چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے میں مشغول کر کے تمہارے درمیان عداوت اور کینہ ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم باز نہ آؤ گے؟''

اور موجودہ زمانہ کے بہت سے کھیلوں نے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا جوئے کی مختلف صورتیں پیدا کر دی ہیں جن سے حرام مال حاصل کرنے کا رجحان بڑھتا جارہا ہے۔

ذکرالٰہی سے غفلت انسان کواللہ کی اطاعت سے غافل کردیتی ہے چنانچہ امام بخاری نے باب باندھا ہے:

باب۔ کل لھو باطل اذا شغله عن طاعة الله وقوله تعالی ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللّٰه (بخاری کتاب الاستئذان)

’’باب ۔ ہر وہ کھیل جو انسان کو اللہ کی اطاعت سے غافل کردے باطل ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ لوگوں میں ایسے بھی ہیں جولہوبات کوخرید لیتے ہیں تا کہ اللہ کی راہ سے بھٹکا ئیں ۔‘‘

حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں کے سامنے آخرت کا اعلی نصب العین نہیں ہوتا وہ دنیا کو اور اس کے لہوولعب کواپنا مقصدحیات بنالیتے ہیں۔

اسپورٹس کی یہ قباحتیں ایسی ہیں کہ جن کی اخلاقی حس بیدار ہووہ ان سے انکارنہیں کرسکتے ۔لیکن عام طور سے لوگ ان کی دلفریبیوں سے متاثر ہیں اور روز بروز ان میں انہماک بڑھتا جار ہا ہے۔اسپورٹس میں یہ انہماک سوسائٹی کے موجودہ بگاڑ کا ایک بہت بڑا اسبب ہے۔کاش کہ لوگ وقت کی قدر و قیمت پہچان لیتے اوران میں ذمہ داری کا احساس پیدا ہو جا تا!

منشیات ۔ ڈرگز : سوسائٹی کے بگاڑ کی ایک بہت بڑی وجہ نئی نسل کا شراب اورعقل کومعطل کرنے والے ڈرگز کی بُری عادت میں مبتلا ہو جانا ہے۔شراب کا نشہ ایک خاص قسم کا سرور پیدا کرتا ہےاورطبیعت کو عیش کوشی کی طرف راغب کرتا ہےاس لئے ایک مرتبہ اس کی عادت پڑجاتی ہےتو پھر آسانی سے نہیں چھوٹتی ہے۔

چھٹتی نہیں ھے منه سے یه کافر لگی ہوئی

آج مسلم سوسائٹی کے نوجوانوں کی بڑی تعداد شراب کی رسیا ہےاورعیش وطرب میں مگن ہے۔انہیں آج کی فکر ہےکل کیا کچھ پیش آنے والا ہےاس کی فکرنہیں۔

بقول خیام :

مے نوش کل کے وعدہ پہ کیاحظ اُٹھائے گا — پی لے ابھی کہ کل کو یہ دن نہ پائے گا
اے چاند چاندنی کی قسم پی بھی لے کہ چاند — آئے گالوٹ لوٹ کے ہم کو نہ پائے گا

حالانکہ قرآن نے متنبہ کیا ہے:

اِنَّ هٰؤُلَآءِ یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ یَذَرُوْنَ وَ رَآءَ هُمْ یَوْماً ثَقِیْلاً (سورہ الانسان ۔ ۲۷)

’’یہ لوگ جلد ملنے والی دنیا کو چاہتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بھاری دن کو چھوڑ رہے ہیں۔‘‘

معلوم ہوتا ہے قرآن پر ان کا ایمان ہی متزلزل ہوگیا ہے ورنہ یہ شرابی کبابی بن کر فسق وفجور کی زندگی نہ گذارتے۔

قرآن نے شراب کوصریح طور سے حرام قرار دیا ہےاوراس کی مضرتیں بھی واضح کردیں ہیں:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُنْتَھُوْنَ ۔ (سورہ المائدہ ۹۱۔۹۰)

’’اے ایمان والو! شراب، جوا، تھان اور پانسے کے تیر سب نجس اور شیطانی کام ہیں لہٰذا ان سے بچو تا کہ فلاح پاؤ۔شیطان تو چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے میں مشغول کر کے تمہارے درمیان عداوت اور کینہ ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم باز نہ آؤ گے؟‘‘

شراب کی پہلی مضرت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ رجس یعنی نجس اور شیطانی کام ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ذہن میں خباثت پیدا کرنے والی اور اخلاق میں بگاڑ پیدا کرنے والی چیز ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ شراب کے عادی ہوتے ہیں ان کے خیالات بھی فاسد ہوتے ہیں اور ان کا کردار بھی فاسد ہوتا ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی پاکیزہ زندگی گزارنا چاہتا ہو اور اپنے خیالات کو پاک صاف رکھنا چاہتا ہو وہ شراب کے پاس پھٹک نہیں سکتا۔

اس کی دوسری خرابی یہ ہے کہ یہ آپس میں عداوت اور کینہ پیدا کرتی ہے۔ یہ اس طرح کہ طبیعت میں اشتعال پیدا کر کے لڑنے جھگڑنے پر آمادہ کرتی ہے جس کے نتیجہ میں گھر کا سکون حرام ہوجاتا ہے اور لوگوں سے تعلقات میں بھی کشیدگی آجاتی ہے یہاں تک کہ بعض مرتبہ خون خرابے تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

اور اس کا تیسرا اور سب سے بڑا مفسدہ یہ ہے کہ یہ اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے۔گویا شراب کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ پینے والے کو اللہ کی طرف سے غافل کردے چنانچہ شراب پینے والوں کو نہ نماز سے

دلچسپی ہوتی ہے اور نہ ذکر الٰہی سے لگاؤ۔ اس غفلت کے نتیجہ میں شیطان کو موقع ملتا ہے کہ وہ ذہن پر مسلط ہو جائے۔ شراب کی حالت میں انسان بکواس کرنے لگتا ہے اور نہیں جانتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اس لئے نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا گیا ہے۔

اس سے ضمناً یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ نشہ کی حالت میں انسان کا اپنے ذہن پر کنٹرول نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ نشہ کی حالت میں موٹر گاڑی چلانے سے بہ کثرت حادثات ہوتے ہیں گویا ڈرائیور شراب پی کر لوگوں کی جان سے کھیلتا ہے اور شراب جرائم میں اضافہ کی موجب ہے۔ علاوہ ازیں وہ صحت کیلئے سخت مضر ہے اس کا دل و دماغ پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے اور قوت فیصلہ، ضبط نفس اور غور وفکر کی صلاحیتیں بری طرح متاثر ہو جاتی ہیں نیز شراب کی وجہ سے بے شمار موتیں بھی واقع ہو جاتی ہیں۔

جو چیز ان تمام مفاسد کی جڑ ہے اور جسے بجا طور پر اُم الخبائث کہا گیا ہے اس کا استعمال جب کثرت سے ہوگا تو سوسائٹی کے بگاڑ میں لازماً اضافہ ہوگا اور واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں۔

شراب کا نیا روپ وہ ڈرگز (Drugs) ہیں جو مُخدّر یعنی عقل کو بے حس کرنیوالے (Narcotic) ہیں۔ ان میں سے ایک حشیش (چرس، گانجا، بھنگ) ہے جو ایک پودے کے پتوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اسے تمباکو کی طرح پیا بھی جاتا ہے اور کھایا بھی جاتا ہے یہ ایک فریبِ خیال میں مبتلا کرنے والا ڈرگ (Halloueinozonic Drugs) ہے جس کے زیر اثر پینے والا خیالات کی دنیا میں گم ہو جاتا ہے اور فرضی چیزوں کی سیر کرنے لگتا ہے۔ اس مصنوعی سکون کو حاصل کرنے ہی کی غرض سے حشیش استعمال کی جاتی ہے۔

دوسری چیز ہیروئن (Heroin) ہے جو مارفین (Morphine) میں ایک خاص کیمیکل ملا کر بنائی جاتی ہے اور مارفین ایک افیونی مادہ ہے جو (Poppy Plant) کے غیر پختہ بیج سے حاصل کیا جاتا ہے۔ ہیروئن کو پانی میں تحلیل کر کے انجکشن کے ذریعہ جسم میں داخل کیا جاتا ہے جس سے چند سیکنڈ کے اندر پورے جسم میں گرمی اور نشاط کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور پھر غنودگی طاری ہوتی ہے۔ جو حواس کو اس طرح متاثر کرتی ہے کہ آدمی اپنی توجہ کسی چیز پر مرکوز نہیں کر پاتا اور اس کو استعمال کرنے والے جرائم پیشہ بن جاتے ہیں۔ نیو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں اس کی مضرتیں تفصیلاً بیان ہوئی ہیں (ملاحظہ ہو ج ۵ ص ۸۸۳)

تیسری چیز گرد (Brown Sugar) ہے جو ہیروئن میں کچھ چیزیں ملا کر تیار کی جاتی ہے۔ گرد کی

تھوڑی سی مقدار کا دھواں نسوار کی طرح ناک میں چڑھایا جاتا ہے جس سے قریب قریب وہی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو ہیروئن سے ہوتی ہے۔ جو شخص اس کا عادی ہوتا ہے اس کو گرد نہ ملنے پر بڑی تکلیف ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اس کے لئے تلملاتا رہتا ہے۔ گرد عقل کو معطل تو کر ہی دیتی ہے علاوہ ازیں یہ جسم کو لاغر اور کمزور بنا کر تھوڑے عرصہ میں موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے۔ ایسی خطرناک اور مہلک چیز کے لوگ عادی بن رہے ہیں تا کہ دنیا کی پریشانیوں کا ٹینشن دماغ پر نہ رہے۔ گویا وہ زندگی سے اتنے تنگ آ گئے ہیں کہ اس سے ہر قیمت پر چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ گرد کا کاروبار آج بڑی تیزی سے فروغ پا رہا ہے اور اس میں نو عمر لڑکے بھی بہ کثرت ملوث دکھائی دے رہے ہیں۔ گرد پینے والے عموماً قلاش ہوتے ہیں اور ادھر اُدھر بری حالت میں پڑے رہتے ہیں۔ گرد خریدنے کے لئے وہ چوری کا ارتکاب بھی کرتے ہیں۔ ان کی مجرمانہ حرکتیں سوسائٹی کے لئے بہت بڑا مسئلہ بن گئی ہیں۔

چوتھی چیز کوکین (Cocaine) ہے جو کوکا پودے (Coca Plant) سے حاصل کی جاتی ہے۔ یہ غیر ممالک سے درآمد کی جاتی ہے۔ کوکین کو انجکشن کے ذریعہ جسم میں داخل کیا جاتا ہے جس سے نشاط کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، وقتی طور سے تکان دور ہو جاتی ہے اور آدمی تخیلات کی دنیا میں سیر کرنے لگتا ہے۔ مگر اس کے زہریلے اثرات دماغ پر مرتب ہوتے ہیں جس سے مالیخولیا اور تشنج کا مرض ہو جاتا ہے جو جان لیوا ثابت ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ ڈرگز جن کا استعمال آج کثرت سے ہو رہا ہے صحت کیلئے بھی سخت مضر ہیں اور عقل وشعور میں بھی زبردست خلل پیدا کرنے والے ہیں جس کا بہت بُرا اثر آدمی کی اخلاقی و عملی زندگی پر پڑتا ہے۔ دنیا کے امتحان گاہ میں انسان کو اس لئے کھڑا کر دیا گیا ہے کہ وہ پورے ہوش وحواس کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ عقل اور ذہنی قوتوں کو متاثر کرنے والی چیزیں استعمال کر کے آدمی اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ایسی چیزیں انسان کے مقصد وجود ہی کے لئے تباہ کن ہیں۔

قرآن میں شراب کی حرمت کی ایک اہم علت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے اور یہ علت تمام مخدر عقل (Narcotic) اشیاء میں پائی جاتی ہے کیونکہ وہ عقل کو بے حس کر کے اللہ سے غافل کر دیتی ہیں لہٰذا یہ ڈرگز خواہ ان کو جامد شکل میں استعمال کیا جائے یا ان کو رقیق (Liquid) بنا کر ان کے انجکشن لئے جائیں حرمت ہی کے حکم میں ہیں۔

حدیث میں ارشاد ہوا ہے:

کل مسکر حرام ''ہر نشہ آور چیز حرام ہے'' (مسلم کتاب الاشربہ)

اور ابوداؤد کی حدیث میں یہ صراحت بھی ہے کہ:

نھی رسول ﷺ عن کل مسکر ومفتر۔ (ابوداؤد کتاب الاشربہ)

''رسول اللہ ﷺ نے ہر ایسی چیز سے منع فرمایا ہے جو نشہ آور اور فتور پیدا کرنے والی ہو''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خمر کی تعریف یہ بیان فرمائی ہے کہ:

والخمر ما خامر العقل ''خمر وہ ہے جو عقل کو مغلوب کردے'' (بخاری کتاب الاشربہ)

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

اکل ھذہ الحشیشة الصلبة حرام، وھی من اخبث الخبائث المحرمة، وسواء کل منھا قلیلا او کثیرا۔ (مجموع فتاوی ابن تیمیہ ج ۳۴ ص ۲۱۳)

''اس جامد حشیش کا کھانا حرام ہے اور یہ بدترین حرام خبائث میں سے ہے خواہ تھوڑی مقدار میں کھائی جائے یا زیادہ مقدار میں۔''

ان تصریحات سے واضح ہوا کہ جو چیز بھی نشہ لاتی ہو یا عقل میں تعطل پیدا کرتی ہو اور قوت ممیّزہ اور قوت فیصلہ کو متاثر کرتی ہو خواہ وہ رقیق ہو یا جامد حرام ہے لہٰذا ان ڈرگز کا استعمال بھی لازماً حرام ہے۔ مسلمان کا تو فرض منصبی ہے کہ وہ لوگوں کو منکرات سے روکے لیکن مسلمانوں کی موجودہ سوسائٹی کا حال یہ ہے کہ کتنے ہی لوگ شراب اور ڈرگز کے متوالے ہو گئے ہیں اور اپنے گھروں کو تباہ کر رہے ہیں۔ ان خبیث چیزوں کا کاروبار کرتے ہوئے بھی انہیں شرم محسوس نہیں ہوتی۔ گویا جن کو مصلح (اصلاح کرنے والا) ہونا چاہیئے تھا وہ خود مفسد (بگاڑ پیدا کرنے والے) بن گئے ہیں۔ اس معصیت نے انہیں فاسق اور فاجر بنا دیا ہے جس کا انجام اس دنیا میں بھی بہت بُرا ہے اور آخرت میں بدترین اور نہایت رُسوا کن۔ کاش کہ یہ لوگ اپنا انجام دیکھنے سے پہلے نصیحت قبول کرتے!

کسب حرام : بگاڑ کا ایک بنیادی سبب حرام کمائی ہے جس میں بُری طرح لوگ مبتلا ہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ کمانا چاہتے ہیں اور اپنی تمام سہولتوں کے ساتھ تاکہ اپنے معیار زندگی کو بلند کر سکیں اور جدید

تمدن کے تقاضوں کو خواہ وہ ضروری ہوں یا غیر ضروری پورا کرتے ہوئے آسائش کی زندگی گزار سکیں۔ وہ اسلام کے نام لیوا ہیں اور شریعت پر ایمان ویقین کا اظہار کرتے ہیں لیکن عملاً اس کی پابندی سے آزاد ہیں اس لئے وہ حلال وحرام میں کوئی تمیز نہیں کرتے اور انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ جو کچھ کما رہے ہیں وہ جائز طریقہ سے کما رہے ہیں یا ناجائز طریقہ سے اور جس چیز سے اپنے پیٹ بھر رہے ہیں وہ پاک ہے یا ناپاک۔ انہیں نہ مال کے حرام ہونے کی فکر ہے اور نہ اس بات کی کہ وہ تباہی کے کس گڑھے میں گر رہے ہیں۔

موجودہ زمانہ میں جس حرام چیز نے معاشی زندگی کو بُری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے وہ سود (Interest) ہے۔ دنیا پرستوں نے ایسا معاشی نظام قائم کر رکھا ہے کہ کسی بھی کاروبار کو سود سے پاک رکھنا مشکل ہو کر رہ گیا ہے۔ ان حالات میں سود دینے کی مجبوری تو سمجھ میں آتی ہے کہ اس ظلم کو آدمی برداشت کرے جب کہ سودی قرض لئے بغیر چارۂ کار نہ ہو لیکن سود کھانے کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں ہے کہ لوگوں پر ظلم کر کے ان کا مال کھایا جائے۔ قرآن نے سود کو صریح ظلم سے تعبیر کیا ہے۔ لہٰذا اگر سود کی کوئی رقم اپنی کمائی میں اس طرح شامل ہوئی ہو کہ اس سے بچا نہیں جا سکتا تھا تو اسے اپنے اوپر خرچ نہ کرتے ہوئے صدقہ کے مصرف میں لانا چاہئے لیکن لوگ سودی کاروبار کرنے اور سود خوری میں بہت بے باک ہو گئے ہیں۔ کتنے ہی لوگ بنک کے سود کو سود سمجھتے ہی نہیں ہیں حالانکہ بنک کے سود کا سود ہونا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ علماء اس کی حُرمت پر متفق ہیں اور بنک سے قرض لینے والے شخص کو جب ایک بھاری رقم سود کی ادا کرنا پڑتی ہے تو وہ بہت بُرے تاثرات کے ساتھ یہ رقم ادا کرتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ سود کسی کی مجبوری سے غلط فائدہ اُٹھانے کا نام ہے جب کہ اس قسم کا تاثر اس وقت پیدا نہیں ہوتا جب آدمی خرید وفروخت کا معاملہ کرتا اور فروخت کرنے والے کو نفع دے کر چیز خریدتا ہے۔ یہ ایک محسوس ہونے والا فرق ہے بیع اور سود کے درمیان، تجارت سے حاصل ہونے والے فائدے اور قرضوں پر لئے جانے والے سود کے درمیان۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ بنک کے سیونگ اکاؤنٹ یا فکسڈ ڈپازٹ میں جو رقمیں رکھی جاتی ہیں ان کو بنک بھاری سود پر تاجروں کو قرضے (Loan) دینے کے لئے استعمال کرتا ہے اور ڈپازٹ ہولڈروں اور شیر ہولڈروں کو مجموعی آمدنی کا ایک حصّہ دیتا ہے۔ لہٰذا بنک کھاتے داروں کے کھاتوں میں سود کی جو رقم جمع کرتا ہے وہ بنک کی سودی آمدنی کا ایک حصہ ہوتا ہے اور اسے کسی طرح کاروباری نفع یا

فائدہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بنک کے سود کے علاوہ سود کھانے کی کچھ اور گھناؤنی شکلیں بھی لوگوں نے نکالی ہیں چنانچہ اُدھار بیع کی صورت میں نقد کے مقابلہ میں اُدھار کی قیمت اتنی زیادہ رکھی جاتی ہے کہ خریدار ادا کرنے سے قاصر رہتا ہے اور نزاع کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ بظاہر یہ بیع معلوم ہوتی ہے لیکن اس میں سودی ذہن ہی کام کر رہا ہوتا ہے اور رقم ملنے میں محض تاخیر کی بناء پر یہ استحصال (لوٹ کھسوٹ) کیا جاتا ہے۔ بونڈ میں بھی سود شامل ہوتا ہے اور پھر اس کو زائد قیمت پر فروخت کر کے مزید سود حاصل کیا جاتا ہے۔

ربا (سود) کو قرآن نے مطلقاً حرام قرار دیا ہے خواہ وہ شخصی ضرورتوں کے لئے دئے گئے قرض پر لیا جائے یا کاروبار کے لئے دئے گئے قرضوں پر۔ ربا (سود) وہ مشروط زیادتی ہے جو کسی قرض پر حاصل کی جائے۔ سود قرض دار پر صریح ظلم ہے اور سود کھانے والے کے اخلاق پر اس کے بہت بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں اس لئے اسلام نے اس کو شدید حرام قرار دیا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

اَلَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا کَمَا یَقُوۡمُ الَّذِیۡ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ۔ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّمَا الۡبَیۡعُ مِثۡلُ الرِّبٰوا وَ اَحَلَّ اللّٰہُ الۡبَیۡعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنۡ جَآءَہٗ مَوۡعِظَۃٌ مِّنۡ رَّبِّہٖ فَانۡتَہٰی فَلَہٗ مَا سَلَفَ وَ اَمۡرُہٗۤ اِلَی اللّٰہِ وَ مَنۡ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ۔ (سورہ بقرۃ۔۲۷۵)

’’جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے اپنی چھوت سے خبطی بنا دیا ہو۔ یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں بیع بھی تو سود کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال ٹھہرایا ہے اور سود کو حرام۔ اب جس شخص کو اس کے رب کی طرف سے یہ نصیحت پہنچے اور وہ باز آجائے تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا وہ اس کا ہوا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے اور اگر پھر اس کا اعادہ کرے تو ایسے لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔‘‘

اس آیت میں سود خوروں کو جہنم میں ہمیشہ رہنے کی وعید سنائی گئی ہے جو اس گناہ کے شدید ترین ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ اتنی سخت تنبیہ کے بعد کون مؤمن سود کھانے کی جرأت کر سکتا ہے!

قرآن نے یہود کے فرد جرم میں ان کے سود لینے اور سود کھانے کو سنگین گناہ کے طور پر پیش کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ سود کی حرمت پہلے سے چلی آرہی ہے:

وَ اَخۡذِہِمُ الرِّبٰوا وَ قَدۡ نُہُوۡا عَنۡہُ وَ اَکۡلِہِمۡ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ وَ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ مِنۡہُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ۔ (سورہ نساء۔۱۶۱)

’’نیز ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا اور اس وجہ سے بھی کہ وہ لوگوں کا مال ناجائز طریقہ سے کھانے لگے۔ اور جو لوگ ان میں سے کافر ہیں ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔‘‘

آج کل رشوت کی بھی گرم بازاری ہے۔ جب حکومت کے اعلیٰ عہدیداران رشوت کھاتے ہوں تو ماتحت ملازمین کیوں نہ کھائیں۔ سرکاری مشینری بُری طرح رشوت کی گرفت میں آگئی ہے اور رشوتیں بھی بھاری مقدار میں ادا کرنا پڑتی ہیں میونسپلٹیوں میں کلرک سے واسطہ پڑے یا آفیسر سے کچھ دئے بغیر کام نہیں ہوتا۔ میز سے کاغذ اسی وقت ہٹتا ہے جب ان کی مٹھی گرم کر دی گئی ہو۔ عدالتوں میں آدمی انصاف کو آواز دینے کے لئے جاتا ہے لیکن وہاں بھی جب کلرکوں سے واسطہ پڑتا ہے تو وہ بھی فیصلہ کی نقلیں اور دیگر کاغذات کچھ لئے بغیر دینے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ غرض یہ کہ کوئی محکمہ ایسا نہیں جہاں رشوت کے بغیر کام ہوتا ہو یہاں تک کہ اگر سرکاری اسپتالوں میں اپنے کسی عزیز کی موت ہوگئی ہو تو وقت پر لاش حاصل کرنے کیلئے انسان نما حیوانوں کے سامنے روٹی کے کچھ ٹکڑے پھینکنے پڑتے ہیں۔ جو وقت ہمدردی کا ہوتا ہے اس وقت سنگدلی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کے کارکن بُری طرح رشوت میں لت پت ہیں۔ غرض یہ کہ کرپشن نے پوری سوسائٹی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس میں مسلمان ملازمین کا کردار پاک صاف ہوتا اور وہ رشوت لینے سے بچتے کہ ان کا مقام عدل و انصاف پر قائم رہنے والوں اور بگاڑ کی اصلاح کرنے والوں کا ہے نہ کہ ظلم و ستم کر کے پیسہ اینٹھنے والوں اور بگاڑ پیدا کرنے والوں کا۔ لیکن وہ بھی بُری طرح کرپشن میں مبتلا ہیں۔ انہیں بھی آج کا نقد کل کے اُدھار سے بہتر نظر آرہا ہے مگر ان کو ہوش قیامت کے دن آئے گا جب وہ دیکھیں گے کہ انہوں نے ناروا طریقہ سے لوگوں کا مال کھا کر اپنے پیٹ آگ سے بھر لئے ہیں!

قرآن میں ناروا طریقہ سے دوسروں کا مال کھانے کی سخت ممانعت آئی ہے:

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡکُلُوۡۤا اَمۡوَالَکُمۡ بَیۡنَکُمۡ بِالۡبَاطِلِ ۔ (سورہ نساء۔۲۹)

”اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔“

یہود کا شیوہ یہ بتایا کہ وہ: اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ

”وہ حرام مال کھانے میں بے باک ہیں“ (مائدہ۔۴۲)

اس میں لفظ **سحت** استعمال ہوا ہے جو حرام اور خاص طور سے رشوت کے معنی میں ہے۔ اور حدیث میں آتا ہے:

لعن رسول اللہ ﷺ الراشی والمرتشی (ترمذی ابواب الاحکام)

”رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے رشوت دینے والے پر بھی اور رشوت لینے والے پر بھی۔“

اور علماء نے صراحت کی ہے کہ:

فاما الرشوة فی الحکم او رشوة العامل فحرام بلا خلاف۔ (مغنی ج۹ ص۷۸)

”رشوت جو عدالتی فیصلہ حاصل کرنے کے لئے دی جائے یا عامل (جو کسی کام پر مامور ہو) کو دی جائے۔ بلا اختلاف حرام ہے۔“

درحقیقت جو شخص بھی کسی کام پر مامور ہے خواہ وہ سرکاری عہدیدار ہو یا سرکاری ملازم، وزیر ہو یا چپراسی، جج ہو یا عدالت کا کارکن، نیم سرکاری محکمہ کا آفیسر ہو یا کلرک، کسی کارخانہ، کمپنی، انسٹی ٹیوٹ وغیرہ میں کسی چیز کا انچارج ہو یا معمولی ملازم اپنی ڈیوٹی دینے پر مامور ہے اور اس کا طئے شدہ معاوضہ پا رہا ہے اس لئے وہ کسی بھی شخص سے کسی خدمت یا کام کا معاوضہ یا ہدیہ لینے کا حقدار نہیں ہے۔ اس کو اپنی ڈیوٹی ایمانداری کے ساتھ انجام دینی چاہیئے۔ پیسے لئے بغیر کسی کا کام کرنے سے انکار کرنا یا اس میں بلا وجہ تاخیر کرنا یا جو شخص اپنا حق حاصل کرنا چاہتا ہو اس پر رقم اینٹھنے کیلئے دباؤ ڈالنا پیسہ لے کر جانبداری برتنا یا کسی خدمت کے انجام پر تحفے وتحائف حاصل کرنا رشوت کے مفہوم میں داخل ہے اور یہ کھلا کرپشن ہے۔ جو لینے والے کیلئے کسی طرح جائز نہیں۔ رہا دینے والا تو وہ بھی گنہگار ہے۔ البتہ موجودہ حالات میں دینے کی مجبوری ہوسکتی ہے جو ایک استثنائی صورت ہے۔ ایسی صورت میں جب اپنا حق کچھ دیئے بغیر حاصل نہ ہوتا ہو یا کسی ظلم سے بچنے کیلئے کچھ دینا پڑے تو دینے والے کیلئے اس کی رخصت ہوسکتی ہے کیونکہ وہ کسی باطل مقصد کیلئے نہیں دے رہا ہے بلکہ دفع ضرر کیلئے دے رہا ہے۔ ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی میں ہے:

فاما ما یعطی توصلا الی اخذ حق او دفع ظلم فغیر داخل فیه ۔ (ج۴ ص۵۶۵)

”حق حاصل کرنے یا ظلم کو دفع کرنے کیلئے جو کچھ دیا جائے وہ رشوت میں داخل نہیں ہے۔“

اور مغنی میں ہے:

وان رشاه لیدفع ویجزیه علی واجبه فقد قال عطاء وجابر بن زید والحسن لاباس ان یصانع عن نفسه ۔ (مغنی ج۹ ص۸۷)

”اور اگر وہ ظلم کو دور کرنے کیلئے رشوت دے یا اپنا حق حاصل کرنے کیلئے بخشش دے تو عطاء جابر بن زید اور حسن (بصری) کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں اپنی طرف سے رشوت دینے میں حرج نہیں ہے۔“

یہ رخصت مجبوری کی حد تک ہی ہے ورنہ اس رخصت سے فائدہ اٹھا کر رشوت دینے میں بے باک ہونا کسی طرح جائز نہیں۔

موجودہ سوسائٹی میں رشوت نے ایک ناسور کی شکل اختیار کرلی ہے اور کروڑہا روپۓ کے گھپلے پکڑے جارہے ہیں۔ ان گھپلوں میں مسلمان بھی ملوث ہوتے ہیں اور اپنی بدکرداری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ رشوت ہی ہے جس کی وجہ سے انصاف حاصل کرنا بڑا مشکل ہوکر رہ گیا ہے اور ظلم بڑھتا جارہا ہے۔ رشوت خوروں نے ظلم کی حد کردی ہے اور لوگ ان کے مطالبے سے تنگ آگئے ہیں۔ حکومت اس کو روکنے میں بالکل ناکام ہے۔ اس کا حقیقی علاج اللہ کے حضور اپنے اعمال کی جوابدہی اور آخرت کی جزاوسزا کا یقین ہے۔ اس بات کیلئے لوگوں کے شعور کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کام ہے تو محنت طلب لیکن سوسائٹی کو اس سے پاک کرنے کا کوئی دوسرا طریقہ ممکن نہیں ہے۔ قانونی تدابیر ایک حد تک ہی مؤثر ہوسکتی ہیں لیکن جب قانون کو نافذ کرنے والے ہی بدعنوان ہوں تو قانونی تدابیر اپنا کیا اثر دکھا سکتی ہیں؟

حرام کمائی کا ایک اور ذریعہ جوا ہے جس کی نئی نئی شکلیں رائج ہوئی ہیں مثلاً مٹکا، ریس، لاٹری وغیرہ۔ جو محض اتفاق (Chance) کی بناء پر دوسرے کا مال حاصل کرنے یا اپنا مال دوسرے کیلئے کھودینے کا نام ہے۔ ہار جیت کا یہ معاملہ اس عدل کے خلاف ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں رکھا ہے اور جس کو قائم کرنے کا حکم شریعت نے دیا ہے۔ مگر جو لوگ محنت ومشقت کے بغیر مفت کی دولت حاصل کرنے کے حریص ہوتے ہیں اور آناً فاناً امیر بننا چاہتے ہیں وہ جوئے کے عادی بن جاتے ہیں۔ یہ عادت انہیں معاشی

بدحالی میں مبتلاء کردیتی ہے اور بیوی بچے بُری طرح مفلوک الحالی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ اگر اتفاق سے کبھی جیت ہو بھی جائے تو مزید کمانے کے لالچ میں وہ اپنا مال داؤ پر لگا دیتے ہیں نیز مفت حاصل کی ہوئی دولت بے دردی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں کہ "مال حرام بود بجائے حرام رفت"

آج کل لاٹری کا چلن بھی عام ہے اور یہ حکومتوں کی سرپرستی میں چلائی جارہی ہے۔ لاٹری کے ٹکٹ ہزاروں لوگ خریدتے ہیں اور ان میں سے گنے چنے لوگ بڑے بڑے انعامات حاصل کرتے ہیں۔ ہارنے والے کف افسوس ملتے رہ جاتے ہیں کہ ان کا روپیہ بیکار گیا اور انعام پانے والے خوشی سے اُچھلنے لگتے ہیں کہ ان کی قسمت نے یاوری کی اور وہ ایک ہی دن میں لاکھوں روپئے کے مالک ہوگئے۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ یہ حرام کی دولت ان کے ہاتھ آئی ہے جس میں کبھی برکت ہونے والی نہیں۔ لاٹری جوئے کی ترقی یافتہ شکل ہے جس کا اعتراف خود مغربی مفکرین نے کیا ہے اور اس سے جو معاشی، اقتصادی، اخلاقی اور سماجی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ان کے پیش نظر مختلف ممالک نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے۔

اسلام نے جوئے کو خواہ وہ کسی شکل میں ہو اخلاقی اور دیگر خرابیوں کی بنا پر حرام قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

یَآیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْس" مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔

"اے ایمان والو! شراب، جوا، تھان اور پانسے کے تیر سب نجس اور شیطانی کام ہیں لہٰذا ان سے بچو تاکہ فلاح پاؤ۔"

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَ عَنِ الصَّلوٰۃِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُنْتَھُوْنَ ۔ (سورہ مائدہ: ۹۰۔۹۱)

"شیطان تو چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے میں مشغول کر کے تمہارے درمیان عداوت اور کینہ ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم باز نہ آ ؤ گے؟"

جس چیز کو رجس (گندہ) اور شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے اس میں ملوث ہونے کی ایک مسلمان کیسے جرأت کرسکتا ہے؟ لیکن یہ بڑی افسوس ناک صورتحال ہے کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد قرآن کی تعلیم سے

ناآشنا ہے اور بڑے سے بڑے گناہ کا ارتکاب کرتے ہوئے اسے اللہ کا خوف لاحق نہیں ہوتا!

کاروبار میں جھوٹ اور مکروفریب سے کام لینا ایک عام بات ہے۔ آج بازار سے کوئی چیز خالص حاصل کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ نفع خوری کے ذہن نے ملاوٹ کی ایسی ترکیبیں ایجاد کی ہیں کہ خریدار کے لئے ملاوٹ کا اندازہ کرنا دشوار ہے۔ دودھ میں پانی کی ملاوٹ تو کوئی نئی بات نہیں دیگر غذائی اشیاء میں بھی ملاوٹ بہ کثرت ہونے لگی ہے یہاں تک کہ مضر اشیاء کو بھی ملایا جاتا ہے جس کے خطرناک نتائج برآمد ہوتے ہیں مثلاً تیل میں خراب تیل کی ملاوٹ یا دال میں کیسری دال کی ملاوٹ جو ایک زہریلی دال ہے۔ مرچ کے پاوڈر میں سرخ رنگ کی آمیزش، مسالوں میں فالتو چیزوں کی آمیزش وغیرہ۔ ان تاجروں کو جن میں مسلمان بھی شامل ہیں نفع بٹورنے سے کام ہے خواہ ان چیزوں کو خرید کر استعمال کرنے والوں کی صحتیں متاثر کیوں نہ ہو جائیں قرآن نے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو سختی کے ساتھ جھنجھوڑا تھا:

وَیل" لِلْمُطَفِّفِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ۔ وَ اِذَا کَالُوْھُمْ اَوْوَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ۔ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ۔ یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ (سورہ المطففین ۔ ۱ تا ۶)

"تباہی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے۔ جو لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔ اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ انہیں اٹھایا جائے گا ایک بڑے دن۔ جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہونگے۔"

اشیاء میں ملاوٹ سے اصل چیز کی مقدار کم ہوجاتی ہے اس لئے ملاوٹ کرنے والا ناپ تول میں کمی کے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے نیز لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے اور ان کی جانوں سے کھیلنے کا مجرم بھی۔ ایسے لوگوں کی کمائی کیونکر حلال ہوسکتی ہے؟ ایسے تاجروں کا جو حشر ہوگا وہ حدیث نبوی سے واضح ہے:

ان التجار یبعثون یوم القیامۃ فجارا الامن اتقی اللہ وبر وصدق ۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

"تاجر قیامت کے دن فاجر کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے۔ سوائے ان لوگوں کے جو اللہ سے ڈرتے رہے، جنہوں نے ایمانداری برتی اور سچ بولتے رہے۔"

مال کے حریص دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتے ہیں خواہ وہ یتیموں ، بیواؤں ، بے کسوں اور بے نواؤں کا مال ہی کیوں نہ ہو۔ انہیں اس بات کا احساس نہیں ہے کہ وہ اپنا پیٹ آگ سے بھر رہے ہیں ۔ قرآن نے یتیموں کا مال ہڑپ کر جانے والوں کو سخت وعید سنائی ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ نَارًا وَ سَیَصۡلَوۡنَ سَعِیۡرًا ۔ (سورہ نساء۔۱۰)

'' جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں ۔عنقریب وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے ۔''

اور حدیث میں حرام مال کھانے والوں کا انجام اس طرح بیان ہوا ہے:

لا یدخل الجنة لحم نبت من السحت و کل لحم نبت من السحت کانت النار اولی به ۔ (مشکوٰۃ کتاب البیوع رواہ احمد)

'' وہ گوشت جنت میں داخل نہ ہوگا جو حرام سے پلا ہو اور ہر وہ گوشت جس نے حرام سے نشو ونما پائی دوزخ ہی کے لائق ہے ۔''

اسراف اور فضول خرچی : لوگ جس طرح کمانے میں حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتے اسی طرح خرچ کے معاملے میں بھی شرعی حدود کا لحاظ نہیں کرتے ۔ کبھی اپنی حیثیت سے بڑھ کر خرچ کرتے ہیں جو اسراف ہے اور کبھی فضول کاموں میں دولت لٹاتے ہیں جو تبذیر یعنی فضول خرچی ہے ۔ تمباکو کی مضرت بالکل واضح ہے لیکن بکثرت لوگ بیڑی سگریٹ پینے کے عادی ہو گئے ہیں اور صاحب حیثیت لوگوں کے لئے قیمتی سگریٹ پینا اور بار بار پینا ایک فیشن بن گیا ہے ۔ روپئے کو دھوئیں کی شکل میں اُڑانے میں انہیں مزا آتا ہے اور انہیں اس بات کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ قریب بیٹھنے والوں کو اس سے کیسی تکلیف ہوتی ہے ۔ تمباکو نوشی پر روپئے کا بیدردی سے استعمال ان کے غیر ذمہ دارانہ پن کا واضح ثبوت ہے ۔ اجتماعی طور سے لوگ تمباکو نوشی پر سالانہ کروڑ ہا روپیہ خرچ کرتے ہیں جو مال کا ضیاع ہے ۔ تمباکو کی کاشت ہزاروں ہیکٹر زمین پر کی جاتی ہے ۔ اگر یہ زمین غلّہ پیدا کرنے کیلئے استعمال کی جائے تو غذائی پیداوار میں اچھا اضافہ ہوسکتا ہے اور معاشی زندگی پر بھی اسکے اچھے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں ۔

لباس پر مسرفانہ خرچ کرنا عورتوں کا ذوق بن گیا ہے ۔ وہ اس ذوق کو پورا کرنے کیلئے مردوں سے فرمائشیں کرتی رہتی ہیں ۔ شادی کی ہر تقریب میں جانے کیلئے کپڑے کا ایک نیا جوڑا ہونا چاہیئے ۔ جو کپڑے پہن کر ایک مرتبہ کسی دعوت میں شرکت کی ان ہی کپڑوں میں دوسری کسی دعوت میں شریک ہونے میں وہ عار محسوس کرتی ہیں ۔ یہ دکھاوے کا ذہن ہے جو کپڑوں کے بیسیوں قیمتی جوڑے رکھنے پر آمادہ کرتا ہے اور ان نمائشی کپڑوں پر بے دریغ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے ۔ نہ اپنی واقعی ضرورت کا لحاظ کیا جاتا ہے اور نہ اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کیا جاتا ہے ۔

بزرگوں کے نام کی نیاز اور فاتحہ پر دل کھول کر خرچ کیا جاتا ہے ۔ محرم کے کھچڑے کی بڑی بڑی دیگیں پکائی جاتی ہیں اور دعوتِ عام کی جاتی ہے ۔ گیارہویں کے کھچڑے اور نیاز کا بھی بڑے پیمانے پر اہتمام کیا جاتا ہے حالانکہ یہ کھلی معصیت کے کام ہیں کیونکہ اسلام میں غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز بالکل حرام اور شرک ہے ۔ مگر شیطان نے اس شرک و بدعت کو اپنے پیروں کی نظر میں خوشنما بنا دیا ہے اس لئے وہ ان چیزوں کی خوب نمائش کرتے ہیں ۔

نمائشی دینداری کا مظاہرہ میلاد النبی کے موقع پر کیا جاتا ہے جب کہ میلاد النبی کی تقریب بجائے خود بدعت ہے مگر جن علماء نے لوگوں کو بدعات کی پٹی پڑھائی ہے وہ میلاد النبی کو شان و شوکت کے ساتھ منانے کی ترغیب دیتے ہیں چنانچہ ان کی ہدایت کے مطابق بڑے بڑے گیٹ بھی بنوائے جاتے ہیں اور خوب چراغاں بھی کیا جاتا ہے ۔ میلاد النبی کے موقع پر جو جلوس نکالا جاتا ہے وہ علمائے سو کے کردار اور مسلمانوں کے بگاڑ کی منہ بولتی تصویر ہوتا ہے ۔ یہ جلوس علماء کی قیادت میں نکالا جاتا ہے جس میں پٹاخے اس کثرت سے پھوڑے جاتے ہیں کہ ان کی کرخت آواز کانوں پر بُری طرح اثر انداز ہوتی ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ ہزاروں روپئے چند لمحوں کی تفریح کے لئے جلا کر خاکستر کر دئے گئے ۔ ٹرکس کی لمبی قطار ہوتی ہے جن میں نوجوان اور بچے بے ہودگی کا مظاہرہ کرتے ہیں ان نمائشی کاموں پر جو روپیہ بہایا جاتا ہے اس کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے ۔ جس چیز کا حکم شریعت نے نہیں دیا اس کا یہ اہتمام اور شان و شوکت کے اظہار کے لئے روپئے کا یہ ضیاع مسلمانوں کی بگڑی ہوئی ذہنیت کا نتیجہ ہے ۔

شادی بیاہ کی تقریب میں مسرفانہ اخراجات تو ایک عام بات ہے ۔ امیر ہو یا غریب اس موقع پر سب

فضول خرچی پر اُتر آتے ہیں کیونکہ ان کے جذبات کی تسکین کا سامان اس کے بغیر ہو نہیں سکتا۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ دیندار لوگ بھی اس معاملہ میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے الا ماشاء اللہ۔ قیمتی دعوتی کارڈ کو دیکھ کر ہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تقریب کس شان سے منائی جانے والی ہے۔ ڈیکوریشن پر بڑی بڑی رقمیں خرچ کی جاتی ہیں۔ لڑکی والوں کی طرف سے بھی کھانے کا بڑے پیمانے پر اہتمام کیا جاتا ہے حالانکہ مسنون دعوت صرف ولیمہ کی ہے جو نکاح کے بعد دولہے کے ذمّہ ہے۔

یہ چند مثالیں ہیں اسراف اور فضول خرچی کی ورنہ روپئے کا بیجا استعمال ایک عام بات ہے۔ مسلمان اگر ہوش کے ناخن لیں تو فضول خرچی سے متعلق قرآن کے ارشادات ان کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہیں۔

یَقُوْلُ اَھْلَکْتُ مَالاً لُّبَداً اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَہٗ اَحَدٌ (سورہ بلد:۶-۷)

''کہتا ہے میں نے ڈھیروں مال اڑا دیا۔ کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا!''

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنَ وَ کَانَ الشَّیْطَانُ لِرَبِّہٖ کَفُوْراً ۔(سورہ بنی اسرائیل۔۱۷)

''فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔''

سچے مومنین کا تو وصف ہی یہ بتایا گیا ہے کہ:

وَ الَّذِیْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَ لَمْ یَقْتُرُوْا وَ کَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَاماً ۔

''جو خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ تنگی بلکہ ان کا خرچ دونوں کے درمیان اعتدال پر رہتا ہے۔'' (سورہ فرقان:۶۷)

قرآن اس ذہنیت کی بھی اصلاح کرتا ہے کہ جو مال کسی نے کمایا وہ صرف اس کی ذات اور اہل وعیال پر خرچ کرنے کیلئے ہے۔ نہیں بلکہ اس میں قرابت داروں اور مسکینوں وغیرہ کا بھی حق ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

وَ آتِ ذَاالْقُرْبیٰ حَقَّہٗ وَ الْمِسْکِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیلِ وَ لاَ تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا (سورہ بنی اسرائیل:۲۶)

''اور رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق اور فضول خرچی نہ کرو۔''

معلوم ہوا کہ آدمی جب فضول خرچی کرے گا تو اقرباء وغیرہ کے حقوق ادا نہیں کر سکے گا۔ اور آج مسلمانوں کا عام طور سے یہی حال ہے کہ اپنی بے جا خواہشات کو پورا کرنے اور نمائشی کاموں میں حصّہ

لینے کے لئے بے دریغ روپیہ خرچ کرتے ہیں لیکن اپنے رشتہ داروں کی مفلوک الحالی پر انہیں رحم نہیں آتا۔ رہے محتاج اور مدد کے مستحق لوگ تو تھوڑی سی خیرات اور صدقات کو کافی خیال کیا جاتا ہے۔ اپنے پاس ضرورت سے بہت زیادہ مال موجود ہوتے ہوئے بھی معاشی تنگی میں مبتلاء لوگوں کے مسائل حل کرنے سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔

جھگڑے اور گالم گلوچ : آج کون سا گھر ہے جہاں جھگڑے نہیں؟ ساس اور بہو میں جھگڑا، شوہر اور بیوی میں جھگڑا، بھائی بھائی میں جھگڑا، بہن بہن میں جھگڑا، باپ اور بیٹے میں جھگڑا، پڑوسی کا پڑوسی سے جھگڑا، ایک بلڈنگ میں رہنے والوں کا بچوں پر سے جھگڑا، ایک سیاست داں کا اپنے سیاسی حریف سے جھگڑا، کاروبار میں شریکوں کے درمیان جھگڑا، مزدوروں اور مالکوں کے درمیان جھگڑا، غرضیکہ جھگڑے ہر جگہ ہیں اور معلوم ہوتا ہے جھگڑا کرنا لوگوں کی طبیعتِ ثانیہ بن گئی ہے۔ رات دن کے یہ جھگڑے سکون کو غارت کر رہے ہیں اور آدمی کو غیر سنجیدہ بنا رہے ہیں۔

جھگڑے اس لئے بڑھتے جا رہے ہیں کہ ایک دوسرے کی بات سمجھنے کی کوشش نہیں کی جاتی، بدگمانی سے کام لیا جاتا ہے، خود غرضی کا بھی اس میں دخل ہوتا ہے، غصّہ اور جذبات کو قابو میں نہیں رکھا جاتا، شاکیانہ مزاج بات بات پر لڑنے کے لئے آمادہ کرتا ہے۔ یہ سب اخلاقی امراض ہیں جن کی اصلاح کی کوئی فکر نہیں کی جاتی۔ نتیجہ یہ کہ جھگڑوں کی وجہ سے آدمی خیر سے محروم ہو جاتا ہے اور برکت اٹھالی جاتی ہے۔ اتنا ہی نہیں آدمی بہت سی معصیتوں کا ارتکاب بھی کر بیٹھتا ہے۔

ایک بہت بڑی معصیت تو گالم گلوچ ہے۔ جو موجودہ ماحول میں جاہلوں کا تکیہ کلام ہے اور جھگڑے کی صورت میں تو وہ پوری طرح بے حیائی پر اُتر آتے ہیں اور ایسی فحش گالیاں دینے لگتے ہیں کہ شریف آدمی شرم کے مارے پانی پانی ہو جائے۔ ماں کی گالی دینے والے یہ نہیں سوچتے کہ جس شخص سے اس کا جھگڑا ہوا ہے اس کی ماں کا اس میں کیا قصور ہے؟ پھر ایک بے قصور عورت کی عزت پر حملہ کرنے کا کتنا بڑا گناہ ہے جبکہ حدیث میں ہر قسم کی گالم گلوچ کو فسق (اللہ کی نافرمانی) کہا گیا ہے:

سباب المسلم فسوق۔ ''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔'' (بخاری کتاب الادب)

اور یہ لوگ شاید اس بات سے بے خبر ہیں کہ آدمی اپنی زبان سے جو لفظ بھی نکالتا ہے اسے فرشتہ فوراً

نوٹ کر لیتا ہے اور قیامت کے دن وہ اپنے اعمال نامہ میں ان گالیوں کو بھی پڑھیں گے جو انہوں نے دی تھیں۔ اس وقت انہیں احساس ہوگا کہ انہوں نے اپنی زبان سے ایسے فحش اور بے ہودہ کلمات نکال کر گناہوں کا کتنا بڑا بوجھا اپنے سر لیا ہے؟ کاش وہ اپنی زبان کو پاک رکھ لیتے!

قرآن نے حکم دیا ہے کہ:

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْناً ۔ ''لوگوں سے بھلی بات کہو''۔(بقرہ ۔ ۸۳)

اس لئے ایک مسلمان کو خوش گفتار ہونا چاہئیے مگر لوگوں کا مزاج بگڑ رہا ہے اور وہ بات بات پر بدکلامی کرنے لگتے ہیں۔ یہ بہت بڑی اخلاقی گراوٹ ہے جس میں بہ کثرت لوگ مبتلا ہیں۔ جھگڑے میں آدمی عدل وانصاف پر قائم نہیں رہ پاتا اور دوسروں کے حقوق پر دست درازی کرنے لگتا ہے جب کہ ایک مسلمان کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ عدل وانصاف پر ہر حال میں قائم رہے خواہ معاملہ اپنوں سے ہو یا غیروں سے اور سچی بات کی زد اس کے نفس کے خلاف ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔

جھگڑے سے آپس کے تعلقات خراب ہوجاتے ہیں۔ رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور آپس میں بغض وعداوت پیدا ہوجاتی ہے جبکہ اسلام نے باہمی تعلقات کو درست رکھنے کی تاکید کی ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ۔ ''اپنے باہمی تعلقات درست رکھو'' (سورۂ انفال۔ ۱)

اور حدیث میں رحمی (خونی) رشتوں کو کاٹنے پر سخت وعید آئی ہے:

لاَ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعُ رَحِمٍ

''رحمی (خونی) رشتوں کو کاٹنے والا جنت میں نہیں جائے گا'' (مسلم کتاب البر)

جھگڑوں کی ایک وجہ معاملات کو صاف نہ رکھنا ہے۔ لین دین میں اپنے قول کا پاس نہ رکھنے واجبات کی ادائیگی میں بے پرواہی برتنے اور جھوٹے وعدے کرنے کی بنا پر نزاع پیدا ہوجاتی ہے اور پھر ایک دوسرے سے لڑنے لگتے ہیں۔ قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ آدمی درست بات کرے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ قُوْلُوْا قَوْلاً سَدِیْداً ۔(سورہ احزاب۔ ۷۰)

''اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو''

درست بات کہنے میں سچی بات کہنا، گول مول بات نہ کرنا سیدھی اور صاف بات کہنا، ٹالنے کے لئے وعدہ نہ کرنا بلکہ سوچ سمجھ کر وعدہ کرنا شامل ہے اور اعتماد راست گوئی ہی سے قائم ہوتا ہے۔ جو لوگ اپنے قول کا پاس ولحاظ نہیں کرتے ان کے اعتماد کو زبردست ٹھیس لگتی ہے۔

جھگڑے عہدوں کی رسہ کشی کی بنا پر بھی ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج مختلف دینی اداروں، جماعتوں، مدرسوں، اسکولوں وغیرہ کا حال بہت بُرا ہے۔ ہر شخص کسی نہ کسی منصب پر فائز ہونا چاہتا ہے تا کہ وہ بڑا بن کر رہے۔ بڑا بننے کی یہ خواہش انسان کو خود غرض بنا دیتی ہے اور وہ مخلصانہ اور بے لوث خدمت کرنے کے لائق نہیں رہتا۔ اس کا اُخروی اجر بھی مارا جاتا ہے کیونکہ اُخروی اجر تو خالصۃً لِوجہ اللہ خدمت انجام دینے پر ہی ملتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

لا تسأل الامارة فان اعطيتها عن مسألة وكلت اليها وان اعطيتها عن غير مسألة اعنت عليها۔ (بخاری کتاب الاحکام)

''امارت طلب نہ کرو کیونکہ تمہارے طلب کرنے پر تمہیں دی جائے تو تم اس کے سپرد کردئے جاؤ گے اور اگر بغیر طلب کئے تمہیں مل گئی تو اس میں تمہاری مدد کی جائے گی۔''

مگر افسوس ہے کہ دینی خدمت انجام دینے والے لوگ بھی اسلام کی اس تعلیم کو نظر انداز کر کے عہدوں کے پیچھے پڑتے ہیں اور جب کوئی عہدہ حاصل ہوتا ہے تو اسے اپنی کامیابی تصور کرتے ہیں۔ وہ اس بات سے بے خبر ہیں کہ ہر منصب ذمہ داری کا منصب ہوتا ہے اور اس ذمہ داری کے بارے میں اللہ کے حضور جوابدہی کرنا ہوگی۔

ظلم وزیادتی : موجودہ بگاڑ کی بدترین شکل ظلم وزیادتی ہے۔ حقوق کی پامالی، کمزوروں پر دست درازی، غاصبانہ قبضے، وارثوں کو وراثت سے محروم رکھنا، قرض لے کر ادائیگی کی طرف سے بے پروا ہوجانا اور امانتوں میں خیانت تو لوگوں کا معمول بن گیا ہے لیکن سب سے زیادہ تشویشناک بات قتل وخونریزی ہے۔ معمولی بات پر آدمی فساد پر اُتر آتا ہے اور قتل کے درپے ہوجاتا ہے۔ انسانی جان کا احترام باقی نہیں رہا اور محض جذبات کی رو میں بہہ کر آدمی کسی وقت بھی کسی کا خون کر سکتا ہے اور شوٹ کر دینا تو آجکل بہت آسان ہوگیا ہے۔ دن دہاڑے بازاروں میں گولیاں چلتی ہیں اور خونریزی کے ایک سے ایک

عجیب واقعات دیکھنے میں آتے ہیں۔ وحشت و بربریت کے شرمناک مظاہرے ہوتے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ انسان روز بروز کتنا سنگدل ہوتا جارہا ہے۔ خونریزی کی سب سے زیادہ خطرناک شکل دہشت گردی ہے جس کے پیچھے سازشی ذہن کام کررہا ہوتا ہے۔ بم کا خفیہ طریقہ پر دھماکہ کتنے ہی بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے، کتنوں کے پرخچے اڑا دیتا ہے اور کتنوں کو اپاہج بنادیتا ہے۔ یہ **فساد فی الارض** (زمین پر فساد برپا کرنا) ہے جس کو قرآن نے بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے اور اسے کافروں کی طرف منسوب کیا ہے۔ ان مفسدین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے اور ملک کا قانون ان کو اس فساد سے روکنے میں بُری طرح ناکام ہے۔

مسلمان بھی بہ کثرت قتل وخونریزی کے مرتکب ہورہے ہیں جب کہ قرآن نے قتل ناحق کی سخت ممانعت کی ہے:

وَ لاَ تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلاَّ بِالْحَقِّ ۔ (بنی اسرائیل۔ ۳۳)

''اور کسی نفس کو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے قتل نہ کرو۔ مگر حق کی بنا پر۔''

نفس کا یہ احترام انسانیت کی بنیاد پر ہے خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ اور ایک انسان کے ناحق قتل کو تمام انسانیت کے قتل سے تعبیر کیا ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعاً ۔ (سورۂ مائدہ ۔۳۲)

''جس نے کسی نفس کو قتل کیا جب کہ وہ کسی کے خون یا زمین پر فساد برپا کرنے کا مرتکب نہیں ہوا تھا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کردیا۔''

اور جو شخص کسی مؤمن کو عمداً ناحق قتل کردے اس کو دائمی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَاباً عَظِیْماً ۔ (سورۂ نساء۔ ۹۳)

''اور جس شخص نے کسی مؤمن کو قصداً قتل کیا تو اس کی سزا جہنم ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ کا غضب ہوا اور اس کی لعنت ہوئی اور اس کے لئے اس نے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

اس آیت میں کسی مسلمان کو ناحق اور دانستہ قتل کرنے والے کے لئے پانچ سزائیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی سزا جہنم ہوگی۔ دوسری یہ کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ تیسری یہ کہ اس پر اللہ کا غضب ہوگا۔ چوتھی یہ کہ اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔ اور پانچویں یہ کہ اسے بہت بڑا عذاب بھگتنا ہوگا۔ جو اس کے لئے خاص طور سے تیار کیا گیا ہے۔ اس سے اس گناہ کی سنگینی کا اندازہ ہوتا ہے لیکن لوگوں نے اُسے بہت آسان بنالیا ہے اور پڑوسی ملک سے تو یہ المناک خبریں آتی رہتی ہیں کہ مسلمانوں کے ایک فرقہ نے دوسرے فرقے کے لوگوں پر جب کہ وہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے گولیاں جھاڑ دیں۔ یہ بگاڑ کی انتہا ہے کہ نہ خون ناحق کی پروا، نہ مسجد کا احترام اور نہ نمازیوں کا احترام، جب مسلمانوں میں اس درجہ بگاڑ پیدا ہوجائے تو دنیا کو امن کہاں سے میسر آئے گا۔ زمین کا نمک تو مسلمان ہیں اور جب مسلمان بگاڑ میں مبتلا ہوجائیں تو بناؤ کا کام کون کرے گا؟

+++++

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲	عرض ناشر	۱۳	منشیات۔ ڈرگز
۳	پیش لفظ	۱۷	کسب حرام
۵	تمہید	۲۵	اسراف اور فضول خرچی
۶	ٹی۔وی	۲۶	جھگڑے اور گالم گلوچ
۹	اسپورٹس	۳۰	ظلم وزیادتی

زیر اہتمام: محمد صدیق قریشی
Pixel Arts
Mobail: 9820790615
Printed at :Fatima Printers
Tilak Nagar, Saki Naka Mumbai 400070